

# قرآن مجید کے منظوم ترجمے 'نظم المعانی ترجمہ کلام رباني' کا تنقیدی جائزہ

\*ڈاکٹر محمد سعید شیخ

## Abstract

*Muṭī’ur Rehmān Khādim* was Ali Garh based poet. The biographers, though, seem unaware of his life and poetic profile. He did literal translation of the Holy *Qur’ān* in Urdu in *Mathnavī* form with the title of ‘*Nazm ul Mu ’ānī Tarjama Kalām-e-Rabbānī*’. This translation was published from Ali Garh in 1946.

The literal translation in poetic form asks for technicalities which this work lacked perhaps.

This article surfaces errors which were identified in areas of poetic exposition, concept formation and stylistic coherence in the translation work.

**Key words:** *Qur’ān*, Versified Translations of *Qur’ān*, Translations of *Qur’ān* in Poetic form, *Muṭī’ur Rehmān Khādim*, *Nazm ul Mu ’ānī Tarjama Kalām-e-Rabbānī*.

بر صغیر پاک و ہند میں بولی جانے والی اردو زبان بجا طور پر فخر کر سکتی ہے کہ دنیا کی کسی بھی بڑی زبان کے مقابلے میں سب سے زیادہ قرآن مجید کے تراجم اس کے دامن میں ہیں۔ یہ تراجم نہ صرف نشر میں ہیں، بلکہ نظم میں بھی ایک بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ قرآن مجید کا نشر میں ترجمہ کرنا ممکن نہیں تو ناممکن حد تک مشکل ضرور ہے، پھر نظم میں ترجمہ کرنا، جہاں ردیف و قافیہ کی پابندی کے ساتھ وزن کا بھی لحاظ رکھنا ہوتا ہے، جان جو کھوں کا کام ہے۔ پھر معاملہ جب کلام اللہ کا ہو، تو ترجمہ اپنے آپ کو ایسے عاجز پاتا ہے، جیسے اللہ کی قدرت کے سامنے اپنے آپ کو عاجز پاتا ہے۔ اسے قرآن پاک کا اعجاز کہیں یا مترجمین کی عقیدت کا کمال کہ دشواریوں کے ساتھ نظم کی پابندیوں کے باوجود قرآن مجید کے متعدد منظوم ترجمے ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

## مثنوی ہیئت میں تراجم کی تاریخ

بر صغیر پاک و ہند میں اب تک کی دست یاب معلومات کے مطابق قرآن مجید کے مکمل انیس منظوم تراجم و تفاسیر منصہ شہود پر آچکے ہیں، جزوی یا غیر مطبوعہ تراجم کی تعداد تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اکثر ویژت تراجم اصناف شاعری میں سے مثنوی ہیئت میں ہیں۔ مکمل منظوم تراجم میں سے قاضی عبدالسلام بدایوی کی منظوم تفسیر 'زاد الآخرة'، شمس الدین شاائق ایزدی کا 'نظم البيان'، مطبع الرحمن خادم علی گڑھی کا 'نظم المعانی'، اثر زبیری لکھنؤی کا 'محر المیان'، علامہ سیما ب اکبر آبادی کا 'وھی منظوم'، سید شیم

\* اسٹیٹ پروفیسر، ماڈرن سٹرائیٹ پیلسننس ان اسلامک ایڈیشن، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور، بہاول پور۔

رجز کا "مثنوی آب روائی"، مولانا محمد حسن کا "منظوم اردو ترجمہ"، مرزا خادم ہوشیار پوری کا "وجود ان سلیم"، ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری کا "مفہوم القرآن"، ساجد مراد آبادی کا "لوح محفوظ" سے، پروفیسر سمیع اللہ اسد کا "قرآن منظوم"، علامہ اصغر علی کوثر و راجح کا "منظوم مفہوم قرآن مجید" اور بریگیڈئر ڈاکٹر مختار عالم کا ترجمہ بہ عنوان "منظوم مضامین القرآن الجید" "مثنوی" ہیئت میں ہیں، موخرالذکر کا ترجمہ صرف ظاہری صورت میں مثنوی ہے، ورنہ وزن و بحر کی پابندیوں سے آزاد ترجمہ ہے۔

مثنوی ہیئت میں ان مکمل منظوم تراجم کے علاوہ کئی جزوی تراجم بھی نظم کی اسی صفت میں ہیں: شاہ غلام مرتضیٰ جون کی "تفسیر مرتضوی" اور "تفسیر نور"، محمد اشرف کاندھلوی کی "تفسیر سورہ یوسف منظوم"، محمد ابو الحسن حسن سی کی "تفسیر سورہ شفا"، حاکسارِ حسین بخش سوداگر کا "نظم القرآن بربان اردو" (سیپارہ اول مع پنڈ نامہ)، مولوی عبد اللہ خان عبدال قادری کا "خلاصہ تفسیر القرآن اردو" اور "بہشت نامہ"، قاضی محمد ظہور الدین کے سورہ لیں، ملک، مزمل، رحلن، یوسف اور پارہ اول کے منظوم تراجم، قاضی ظہور الدین اکمل (قادیانی) کی تفسیر "قلب القرآن"، خواجه دل محمد کی "روح قرآن"، چودہ ہری رشید احمد کی "تنظيم القرآن"، نیم لیہ کی "امن یوسف"؛ محمد سعید عارف کی "تحریکات قلب قرآن کریم" اور "زینۃ القرآن"؛ محمد غلام نصیر الدین چاچڑوی کا بذر العرفان فی آثار القرآن، کیف بھوپالی کا "مفہوم القرآن"؛ حکیم محمد نعمان ساجد کا "عرفان القرآن"؛ دل اور فکار کی "آبشار نور"؛ تنویر پھول کی "تنویر حراء"؛ مخدوم علی ممتاز کی "تفہیم منظوم"؛ انور جلال پوری کی "توشه آخرت"؛ آغا شاعر قزلباش کا منظوم ترجمہ "نظم مقدس"؛ علامہ کبیر کوثر کا "القرآن المنظوم"؛ فضل الرحمن فضل کی منظوم تفسیر، نیساں اکبر آبادی کا "قرآن المبین" کا منظوم ترجمہ؛ اور حاجی محمد عمر الدین کا "نظام القرآن"؛ یہ تمام جزوی تراجم مثنوی ہیئت میں ہیں۔

ذیل میں انھی منظوم تراجم میں سے مطیع الرحمن خادم کے نظم کردہ "نظم المعانی ترجمہ کلام ربانی" کا تعارف اور تحقیقی و تقدیدی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

### تعارف مترجم

آپ کا نام محمد مطیع الرحمن اور تخلص خادم ہے، علی گڑھ کے رہنے والے تھے<sup>1</sup>۔ تلاش بسیار کے باوجود ان کے حالات زندگی تعالیٰ پر دہن خفاییں ہیں۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> سالم قاسمی، مولانا محمد، سید عبد الرؤوف عالی، سید محبوب رضوی (مرتبین)، جائزہ تراجم قرآنی (دیوبند: مجلس معارف القرآن دارالعلوم، جولائی ۱۹۶۸ء)، ص ۶۳۔

<sup>2</sup> رقم مقالہ نے علی گڑھ میں ڈاکٹر نیمیں احمد نعیانی، ڈاکٹر محمد لیسین مظہر صدیقی اور ابو سفیان اصلاحی سے رابط کیا، لیکن بے سورہ، حالاں کہ جناب اصلاحی کے زیر ادارت مابہتمام تہذیب الاخلاق کا آنچھ جلدیوں میں مشاہیر علی گڑھ نمبر شائع ہوا ہے، ان میں سے کسی میں بھی مطیع الرحمن خادم کا تذکرہ نہیں ہے۔ جناب اصلاحی کی علی گڑھ کے اصحاب علم و فن کے تذکروں پر خاص نظر ہے، مگر وہ بھی اس نام سے شناسنیں۔ مطیع الرحمن خادم کی سوانح کے حوالے سے ہندوستان میں جناب ڈاکٹر ضی الاسلام ندوی اور برادر مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکی سے بھی رابطہ رہا، مگر تمام بے سوراء اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مطیع الرحمن خادم غیر معروف شخص تھے۔

## اشاعتِ ترجمہ

جناب مطیع الرحمن خادم نے قرآن مجید کا منظوم ترجمہ، نظم المعانی، کے نام سے کیا ہے۔ سرورق پر عنوان ترجمہ اس طرح ہے:

”کلام ربانی بر حاشیہ ترجمہ منظوم نظم المعانی“

یہ ترجمہ بین السطور کی بہ جائے صحیح کی تین اطراف میں حاشیہ پر ہے اور اس کے حوض میں متن قرآن ہے۔ صفحات کی تعداد ۳۸۸ ہے۔ سرورق اول پر مطیع کا نام رفاه عام پر یہ آگرہ ہے اور سرورق ثانی پر مطیع مظہر پر یہ علی گڑھ ہے<sup>3</sup> اور اس کی طباعت کا اہتمام مترجم موصوف نے خود ہی کیا تھا۔ ترجمے کی تسوید و تبیض اور طباعت کے سند کا کہیں ذکر نہیں ہے، تاہم قرین قیاس یہ ہے کہ یہ ترجمہ قیام پاکستان سے قبل کا ہے۔ جائزہ ترجم قرآنی کے مرتبین نے وضاحت کی ہے کہ یہ ترجمہ گذشتہ میں سال میں نظم ہوا ہے<sup>4</sup>۔ جائزہ ترجم قرآنی کی طباعت ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔ اگر اس کی ترتیب و تدوین کا سال بھی ۱۹۲۸ء ہی مان لیا جائے تو بھی نظم المعانی کی طباعت کا سال ۱۹۲۸ء بنتا ہے۔ ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم نے اپنے مقالے میں سال اشاعت کی تعیین ۱۹۳۶ء سے کی ہے<sup>5</sup>، جب کہ ڈاکٹر صالح عبدالحکیم نے اس [نظم المعانی] کا سال تحقیق ۱۳۲۶ھ/۱۹۳۶ء کو قرار دیا ہے<sup>6</sup>۔

سرورق کے چاروں اطراف کو نقش و نگار کے ساتھ آراستہ و پیراستہ کیا گیا ہے اور ان میں لفظ ”اللہ“ کھا گیا ہے۔ چاروں کونوں میں لفظ ”اللہ اکبر“ کی خوب صورت خطاطی (Calligraphy) کی گئی ہے۔ سرورق پر ڈلک الکتاب لاریب فینوہدی

لِلْمُتَّقِينَ آیت مع منظوم ترجمہ مرقوم ہے:

<sup>3</sup> سرورق اول پر ہے: محمد مطیع الرحمن المختص بہ مطیع نے رفاه عام پر یہ آگرہ سے باشناہ<sup>۸</sup> صحیح اول مطبوع کرایا اور بدیع الرحمن نے اپنے دفتر اسن انجمن اتحاد علی گڑھ ترکمان دروازہ سے شائع کرایا۔ ترجمہ کے جملہ حقوق ہم مطیع الرحمن بدیع الرحمن کے نام جزو کل محفوظ ہیں۔ سرورق ثانی پر ہے: [مصنف مذکور نے] باہتمام مشی شمس الاسلام مظہر پر یہ علی گڑھ سے طبع کرایا۔ ممکن ہے کہ سرورق اول پر جن ۸ صفحات کے استثناء کا ذکر ہے وہ غالباً الذکر مطیع کے مطبوعہ ہوں۔ جائزہ ترجم قرآنی کے مطبوعہ ہوں اور ڈاکٹر صالح عبدالحکیم نے مطیع کے حوالہ سے ”مطیع مفید عام آگرہ“ لکھا ہے۔ امکان ہے اس کی دو اشاعتیں عمل میں آئیں ہوں اور یہ بھی امکان ہے کہ جائزہ ترجم قرآنی کے مرتبین کو سہوگا ہو۔ دیکھئے: سالم قاسی، جائزہ ترجم قرآنی، ص ۶۲؛ صالح عبدالحکیم، شرف الدین، ڈاکٹر، قرآن حکیم کے اردو ترجم (کراچی: تدبی کتب خانہ، س۔ن) ص ۱۶۰۔

<sup>4</sup> سالم قاسی، جائزہ ترجم قرآنی، ص ۶۲۔

<sup>5</sup> اعجاز فاروق اکرم، ڈاکٹر، ”بر صغیر میں مطالعہ قرآن ترجم و تفاسیر“ مشمولہ مجلہ فکر و نظر اسلام آباد، مدیر: ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمن (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی میں الاقوامی یونیورسٹی، جنوری- جون ۱۹۹۹ء / رمضان ۱۴۲۰ھ صفر ۱۴۲۰ھ) ج ۳۶، ش ۳-۲، ص ۸۳۔

<sup>6</sup> صالح عبدالحکیم، ڈاکٹر، قرآن حکیم کے اردو ترجم، ص ۱۲۰؛ ڈاکٹر مولوی عبد الحق نے ضمیر نیازی [ضمیر نیازی، کلام پاک کے اولین منظوم ترجمہ و تفسیر، نوائے ادب بھنی، اکتوبر ۱۹۷۵ء] کے حوالے سے نظم المعانی کی اشاعت کا سال ۱۹۳۶ء بتایا ہے، ملاحظہ ہو: عبد الحق، ڈاکٹر، ”نمہی تصنیفات کے اردو ترجم“ مشمولہ ”ترجمہ کافن اور روایت“، مرتب: ڈاکٹر قمر نیشن (دہلی: تاج پیاسنگ باؤس، جون ۱۹۷۶ء) ص ۲۵۱۔

یہ کتاب اس میں نہیں ہے شک زرا  
متقی لوگوں کی ہے اک رہنمای<sup>7</sup>

اسی طرح سرورق ثانی کو بھی خوب صورت خطاطی کے ساتھ آراستہ و پیراستہ کیا گیا ہے۔ اس ترجمہ میں ستائش و تحسین پر مبنی تقاریظ وغیرہ تو نہیں ہیں، ہاں البتہ سرورق ثانی سے قبل ایک یک صفحاتی مقدمہ بہ عنوان 'ہست کلیدر گنج حکیم'، ہے اور آخری صفحہ 'فضائل تلاوت قرآن' کے عنوان سے نہ میں ہیں۔ قرآنی متن مع منظوم ترجمے کی کتابت از ابتداء تا انتہا محمد عبدالود منشی محمد زاہد مر حوم علی گڑھی نے کی ہے۔

### آیات کے نمبروں میں تفریض

نظم المعانی میں متن قرآن کی کتابت کے وقت مر وجوہ طریق سے ہٹ کر آیتوں کے نمبر لگائے گئے ہیں، ہر صفحے پر آیتوں کے نمبر از سر نوشروع ہوتے ہیں، آیتوں اور ان کے معانی و مفہومیں کے تطابق کے لیے وہی نمبر ترجمے میں بھی اشعار کے اختتام پر لگائے گئے ہیں۔

### صفحہ ترجمہ

نظم المعانی قرآن مجید کا لفظی ترجمہ ہے اور اصناف نظم میں سے مشنوی بیت میں ہے، شاعر نے ترجمہ نظم کرنے کے لیے مشنوی مولانا روم کی بحر لیعنی بحر رمل فاعلان فاعلان فاعلن / فاعلات کا انتخاب کیا ہے۔

### مأخذ ترجمہ

مطیع الرحمن خادم نے سرورق اول کے بعد 'ہست کلیدر گنج حکیم'، کے عنوان کے تحت اس بات کی صراحت کی ہے کہ ترجمہ نظم کرتے وقت اُس کے پیش نظر علمائے کرام کے معتبر ترجم و تفاسیر تھیں، مگر کون کون سے تھے، اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی۔ بہ حال اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ناظم ترجمہ قرآن نے براہ راست متن قرآن کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ نشری ترجم کو نظم کے دھاگے میں پرواہیا ہے۔

<sup>7</sup> مترجم نے 'ذرا' کے الامیں تصرف کرتے ہوئے 'ذکی' بہ جائے 'ذ' سے لکھا ہے اور اسی طرح سورہ بقرہ میں اس آیت کے تحت ترجمہ میں بھی الامی تصرف کیا ہے۔ جہاں بھی لفظ 'ذرا' ہے وہ بہ جائے 'ذ' کے 'ز' سے ہے جو کہ غلط ہے۔

## فن نقش

فاضل نظم نگارنے اپنے دیباچے میں خود ہی اپنے ترجمے کی فنی اعتبار سے وضاحت کی ہے کہ حروف تہجی میں سے 'ح، ع' اور 'ه' کو اف کی طرح جو حروف حلقی ہیں ضرورتاً لفظی شعر میں گرایا گیا ہے، گویہ فعل شعرائے متاخرین کی رائے کے خلاف ہے، مگر متقدیں کے کلام میں پایا جاتا، لفظ ہے، اور 'سے' کا قافیہ بھی اسی ضمن میں ہے اور ضرورت [شعری] کی وجہ سے لفظ 'وہ' کو دو واو [وو] کی صورت سے لایا گیا۔ اس کے جواز کی سند بھی ملتی ہے۔ شاعر نے اس کے جواز کی سند کا ذکر کیا ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، اہل فن کے نزدیک یہ بہت بڑا نقش ہے۔

## تسمیہ کا ترجمہ

فاضل مترجم نے ہر سورہ کے شروع میں 'بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کَا ایک ہی ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ابتدا با نام معبدہ جہاں  
جو ہے بخشش کرنے والا مہرباں

سورتوں کے نام اور تعداد آیات

مطیع الرحمن خادم نے ترجمہ نظم کرتے ہوئے سورتوں کے نام، ان کا کمی یا مدنی ہونا اور تعداد آیات کو بھی نظم کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ مثلاً سورہ روم کے ترجمے کا آغاز درج ذیل شعر سے کیا ہے، جس میں اس سورہ کا کمی ہونا اور اس کی آیات کی تعداد بھی بتائی گئی ہے:

مکیہ ہے سورہ روم اے اخی!

اور وہ کل آیتیں ہیں سانچھے ہی<sup>8</sup>

سورہ الصافات کا ابتدائی شعر ملاحظہ ہو:

مکیہ ہے سورہ والصافات

ایک سو بیاسی ہیں آیت پُر نکات<sup>9</sup>

<sup>8</sup> خادم، محمد مطیع الرحمن، نظم المعانی ترجمہ کلام ربانی (آگرہ: رفاه عالم پر لیں، س۔ن) ص۔۳۲۸۔

<sup>9</sup> خادم، نظم المعانی، ص۔۳۶۰۔

دوسرے شعر کے مصرع اول میں شاید ضرورتِ شعری کی وجہ سے سورۃ کے نام میں تبدیلی کی گئی ہے۔ سورۃ کا نام سورۃ الصّافات ہے، مترجم نے ’واو‘ کا خواہ مخواہ اضافہ کر دیا ہے۔ دوسرے مصرع میں بھی وزن کو نجھانے کے لیے زبان و بیان کی قربانی دے دی ہے۔ ایک سوبیاسی ہیں آیات پُر نکات، ہوتا یا ایک سوبیاسی ہے آیت پُر نکات۔

### حروف مقطعات کا ترجمہ

فاضل مترجم نے اپنے پورے ترجمہ قرآن میں حروف مقطعات کی مراد متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً سورۃ یوسف کے شروع میں الْ کی مراد اس طرح بیان کی ہے:

ہے الف اللہ کا اور لام لطیف

را سے منٹا ہے رو۴ اسم شریف<sup>10</sup>

اگر شعر کو وزن میں رکھ کر پڑھیں تو لام لطیف کی ترکیب سے شاعر اپنے مانی الخمیر کے بیان میں کام یاب نہیں ٹھہرتا اور اگر اس کو لام لطیف (مرکب تو صیغی) کی بہ جائے لام لطیف (بِسْكُونَ الْمِيمُ، جملہ اسمیہ خبریہ کے طور پر) پڑھیں تو شعر وزن سے نکل جاتا ہے۔ فاضل نظم نگار نے سورہ روم کے شروع میں الْ کا جو ترجمہ کیا ہے وہ ملاحظہ ہو:

یاں الف تو ہے الوہیت کا ، لام

لف کا ، میم ملکہ ہے لاکلام<sup>11</sup>

حروف مقطعات کا ترجمہ کرتے کرتے مصرع ثانی وزن سے گرگیا ہے اور دوسرانے اس میں یہ بھی ہے کہ شاعر ایک مصرع میں پوری بات کہنے سے قاصر رہا ہے۔ ’لام لطف کا‘ اگر ایک مصرع میں ہوتا تو اس شعر کا حسن بڑھ جاتا۔  
قوسین کا استعمال

مطیع الرحمن خادم نے ترجمہ نظم کرتے وقت قوسین کا استعمال کرتے ہوئے زبانِ حال سے بتا دیا ہے کہ قوسین میں مندرج عبارتوں کا تعلق قرآنی متن سے نہیں ہے۔ یہ محض وضاحتی اور قرآنی مفہوم کے ابلاغ میں بہ طور مدد و معاون ہیں یا یہ محض تکمیلی شعر کے لیے ہیں۔ فاضل مترجم نے دیگر مترجمین کی طرح جہاں یہ خیال کیا کہ آیت کے مفہوم کا ابلاغ محض ترجمے سے نہیں ہو سکتا، اس کے لیے کسی وضاحتی جملے یا الفاظ کی ضرورت ہے تو ان وضاحتی جملوں یا الفاظ کے لیے قوسین کا استعمال کیا تاکہ

<sup>10</sup> خادم، نظم المعانی، ص ۱۹۲۔

<sup>11</sup> خادم، نظم المعانی، ص ۳۲۸۔

قاری کو مابین القوسین عبارتوں پر ترجیح کا اشتباہ نہ ہو۔ یہ قوسین پورا مصرع زائد ہونے کی صورت میں لاتے ہیں، جزو مصرع کے زائد ہونے کی صورت میں قوسین کا استعمال نہیں کرتے۔ اس امکان کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا کہ نظم نگار کا مقصد محض تکمیل شعر ہو، ورنہ وہ جزو مصرع میں بھی زائد کے لیے خطوط وحدانی کا اہتمام کرتے، جیسا انہوں نے مکمل مصرع کے زائد ہونے کی صورت میں کیا ہے۔ فاضل مترجم نے قوسین کا استعمال کیا ضرور ہے مگر اکثر پیشتر اس اہتمام پر کار بند رہنے میں ناکام رہے ہیں۔ فالیٰ

الْأَعْرَابُ أَمَّا قُلْ لَهُ تُؤْمِنُوا لِكِنْ قُولُوا آسَلَمْنَا<sup>12</sup> کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

کہتے ہیں اعراب ہم مومن ہوئے (ہم تو ایمان و یقین لے آئے ہیں) کہہ، نہیں ہو تم مومن ہاں مگر بولو ہم اسلام لائے سربر<sup>13</sup>

شعر اڈل کا دوسرا مصرع قوسین میں ہے، اڈل مصرع کی مزید وضاحت اور تکمیل شعر کے لیے ہے، آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ شاعر نے اس شعر میں الاعرب کا ترجمہ اعرب ہی سے کیا ہے جو کہ اردو میں ناماؤس ہے۔ اس کا ترجمہ کر دیا جاتا تو مناسب تھا۔ ہوئے اور ہیں، کبھی ہم قافیہ نہیں بنے۔ شاعر نے ان دونوں کو ہم قافیہ لا کر فن شاعری سے ناواقیت کا اشارہ دیا ہے۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں سربر، محض قافیہ بندی کے لیے ہے، اس کے لیے بھی قوسین کا اہتمام ہونا چاہیے تھا۔ قوسین کے استعمال کے حوالے سے سورہ کوثر مع منظوم ترجمانی کے ملاحظہ ہو:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكُ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأُنْجِزْ مَا إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَكْبَرُ<sup>14</sup>

در حقیقت ہم نے کثرت تجھ کو دی یعنی خیر و برکت تجھ کو دی پڑھ نماز اپنے خدا کے واسطے اور قربانی بھی کر اُس کے لیے ہاں ترا دشمن ہے وہ تو دُم کٹا (عاص، واکل کا پسر فی الواقع)<sup>15</sup> شعر اڈل کا پہلا مصرع پہلی آیت کا ترجمہ ہے، چونکہ شاعر نے کوثر کا شرعی و اصطلاحی معنی کرنے کی بجائے لغوی معنی کیا ہے، جس سے آیت کے مدلول کا ابلاغ نہیں ہو رہا تو مصرع ثانی میں اُس کی مزید وضاحت کرنا پڑی۔ اس وضاحتی اور تفسیری

<sup>12</sup> الحجرات: ۳۹: ۱۳

<sup>13</sup> خادم، نظم المعانی، ص ۳۱۵۔

<sup>14</sup> الکوثر: ۱: ۱۰۸۔

<sup>15</sup> خادم، نظم المعانی، ص ۳۸۶۔

مصرع کو مایں القو سین ہونا چاہیے تھا۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں ”بھی“ اور ”اس کے لیے“ بغیر قو سین کے زائد ہیں۔ تیسرا شعر کا اول مصرع شعری حسن سے عاری ہے، شاعر کے لیے اصلاح تجویز ہے:

ہاں جو دشمن ہے ترا ، ہے دم کٹا

اس طرح یہ مصرع شعریت کے ساتھ ساتھ وزن میں بھی رہ جاتا۔ آخری مصرع میں عاص اور واکل کے درمیان کاما (Comma) کا استعمال نہیں کیا، اس سے بہ ظاہر یہ مفہوم اخذ ہو رہا ہے کہ عاص و واکل کا کوئی بیناً و ممکن کثا (مقطوع اللسل) ہے، جب کہ شاعر کی یہاں مراد خود عاص سے ہے جو واکل کا بیٹا ہے۔ ترکیب میں واکل، عاص کا بدل بن رہا ہے، کامے کے بغیر مفہوم کا درست اظہار نہیں ہو رہا ہے۔ یہ مصرع چوں کہ آیت کا ترجمہ نہیں ہے، اس لیے اس کو میں القو سین لائے ہیں۔

### متنِ قرآن کے الفاظ و ترکیب کا لاحظہ

نظم المعانی کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے مطیع الرحمن خادم کے ترجمے کا جو اسلوب سمجھ آتا ہے کہ آپ نے ترجمہ قرآن کو نظم کرتے وقت قرآنی الفاظ و ترکیب اور قرآنی عبارات کا حدّ درجہ خیال رکھا ہے کہ متن کے کسی حرف، جملے یا سنبھیر کا ترجمہ رہنے نہ پائے، مفرد کا ترجمہ مفرد سے اور جمع کا ترجمہ جمع سے کیا جائے۔ الفاظ کی تقدیم و تاخیر کا بھی خاص خیال رکھا ہے کہ متن قرآن میں جو الفاظ پہلے ہیں ان کا ترجمہ پہلے کیا جائے اور جو متاخر ہیں ان کا ترجمہ بعد میں کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ عربی زبان کا اپنا مخصوص اسلوب ہے اور اردو کا اپنا۔ شاعر نے ترجمہ کرتے ہوئے عربی زبان کے اسلوب نگارش کو اردو کے طرز تحریر پر مقدم رکھا ہے، جس سے ان کی شاعری سے روائی و سلاست جاتی رہی اور ترجمہ روکھا پھیکا ہو گیا۔ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۱ **يَبْشِّرُهُمْ بِرَحْمَةِ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانِهِ وَجَنَاحِ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ** کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

خوش خبر یعنی بشارت دیتا ہے     ان کا رب رحمت کی اپنے پاس سے  
اور رضا مندی کی اور باغات کی     ان کو ہوگی ان میں نعمت دائی<sup>16</sup>  
درج بالامثال میں شعر کا پہلا مصرع **يَبْشِّرُهُمْ** کا ترجمہ ہے، اس میں ”خوش خبر یعنی“ زائد ہے۔ دوسرا مصرع **رَبِّهِمْ بِرَحْمَةِ**  
**هُمْ** کا ترجمہ ہے۔ دوسرے شعر کا مصرع **أَوَّل وَرِضْوَانِ وَجَنَاحِ** کا ترجمہ ہے اور آخری مصرع **أَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ** کا۔ شاعر  
نے قرآنی الفاظ کی تقدیم و تاخیر کا غایت درجہ خیال رکھا ہے۔ پہلے **يَبْشِّرُهُمْ** کا ترجمہ، پھر **رَبِّهِمْ بِرَحْمَةِ** کا، پھر **وَرِضْوَانِ وَجَنَاحِ**  
کا اور آخر میں **أَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ** کا ترجمہ کیا ہے۔ پھر ان چھوٹے چھوٹے جملوں میں بھی تقدیم و تاخیر کا لاحاظہ رکھا ہے۔ شعر

<sup>16</sup> خادم، نظم المعانی، ص ۱۵۵۔

اول کے مصرع اول کا پہلا لفظ ”خوش خبر لیعنی“ کے سوا کوئی جملہ، لفظ یا حرف زائد نہیں ہے۔ فاضل مترجم نے متن کی خاتماً اور حروف عاطفہ وغیرہ کا ترجمہ کرنے کی کوشش ضرور کی ہے مگر درج بالا شعر میں یہ سیڑھا ہم کی ہم، ضمیر کا ترجمہ نہیں کیا۔ عربی زبان کا اپنا اسلوب نگارش ہے اور اردو کا طرز تحریر اپنا ہے۔ فاضل مترجم نے عربی زبان کی تراکیب و عبارات کو مقدم رکھتے ہوئے اردو زبان و بیان کی موزوںیت کو ملحوظ نہیں رکھا، جس کی وجہ سے مترجم سے زبان و بیان کی بے اعتدالیاں اور فنی لغوشیں سرزد ہوئی ہیں۔ شعر اول میں ’ہے‘ کا قافیہ ’سے‘ سے باندھا ہے، ہے اور سے کبھی ہم قافیہ نہیں بننے۔ لکھنے میں تو اگرچہ ان کا ہم قافیہ ہونا دکھائی دیتا ہے مگر پڑھنے میں سائی نہیں دیتا۔ اردو قوافي کی تاریخ میں یہ پہلا تصرف دیکھا ہے۔ اس بیت کا پہلا مصرع

### خوش خبر اللہ بشارت دیتا ہے

ہوتا تو زیادہ موزوں ہوتا۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں ”ان کو“ اور ”ان میں“ غیر صحیح ہیں۔ ان کی جگہ ”ان پہ“ اور ”اس میں“ ہوتا تو یہ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی درست ہوتا اور مصرع وزن میں بھی رہتا۔

### ادائے مفہوم سے قاصر

فاضل مترجم ترجمہ نظم کرتے ہوئے بعض اوقات قرآنی مفہیم کو اپنی نظم میں منتقل کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اس عبارت کو اگر وزن و بھر سے نکال کر نثر بھی بنادیں تو بھی ادائے مفہوم میں غیر واضح اور مغلق رہتی ہے۔ مثلاً: قَالَ رَبُّ آنِي يَكُونُ لِّيْ وَلَدًا لَّهُ يَعْلَمُ مَا يَصْنَعُ إِذَا أَقْصَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ<sup>17</sup> کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

بولی اے رب کیونکر ہو میرے پر اور نہیں پہنچا مجھے دستِ بشر  
رب نے فرمایا کہ ایسے ہی خدا پیدا کر دیتا ہے جو ہے چاہتا  
حکم جب کرتا ہے پس بے شک اسے کہتا ہے بس ہو جا ، بس ہو جاتا ہے<sup>18</sup>  
شعر اول کا مصرع اول قَالَ رَبُّ آنِي يَكُونُ لِّيْ وَلَدًا کا ترجمہ ہے، رَبُّ کا ترجمہ اے رب“ ناکافی ہے۔ اے میرے رب“ سے مسقوط یا نے متكلم کا ترجمہ بھی ہو جاتا۔ اور نہیں پہنچا مجھے دستِ بشر“ وَلَمْ يَعْلَمْ مَا يَصْنَعُ بَشَرٌ کا ترجمہ ہے۔ اس مصرع میں شاعر سے قرآن کا ترجمہ نہیں ہو پایا۔ ”دستِ بشر پہنچا“ نہ تو قرآنی متن کے مفہوم کو ادا کر رہا ہے اور نہ ہی یہ زبان و بیان کے اعتبار سے درست

<sup>17</sup> آل عمران ۳: ۲۷

<sup>18</sup> خادم، نظم المعانی، ص ۳۸۔

ہے۔ ’ہاتھ لگانا‘، ’ہاتھ سے چھونا‘ اور دو ماہورہ ہے نہ یہ طور کنایہ استعمال ہوا ہے جس کا قرآنی متن تقاضا کر رہا ہے۔

دوسری بیت قآل کَلَّذِكَ اللَّهُ يَكْلُفُ مَا يَشَاءُ کا ترجمہ ہے۔ اس میں متن قرآن کو ملحوظ رکھتے ہوئے قآل کا ترجمہ ”اس نے کہا“ کرتے تو زیادہ موزوں ہوتا۔ موجودہ صورت میں ایسے لگ رہا ہے کہ رب، خدا سے الگ چیز ہے۔ اختیاط اس میں ہے کہ لفظ ”اللہ“ کا ترجمہ رب کی بجائے لفظ ”اللہ“ ہی سے کیا جائے۔ آخری مصرع تو بالکل ادائے مفہوم سے قاصر ہے۔ پہلے اس کو نشر میں لا کر اس کی تفہیم کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اس کا مقابل مولانا فتح محمد جalandھری کے ترجمہ سے کرتے ہیں، جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ شاعر موصوف کا ترجمہ کتنا مغلق اور غیر واضح ہے۔ آخری دونوں اشعار کی نشر ملاحظہ ہو:

”رب نے فرمایا کہ خدا جو چاہتا ہے ایسے ہی پیدا کرتا ہے، جب حکم کرتا ہے پس بے شک اسے ”بس ہو جا“ کہتا ہے،  
”بس ہو جاتا ہے“

اب مولانا فتح محمد جalandھری کا ترجمہ پیش ہے:

”فرمایا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے ہو جاؤ وہ ہو جاتا ہے“<sup>19</sup>

مطیع الرحمن خادم کا ترجمہ مولانا جalandھری کے نثری ترجمہ کے مقابلے میں بالکل غیر واضح اور ادائے مفہوم سے قاصر ہے۔ یہ نشر میں لا کر اس کی تفہیم کی کوشش کی گئی ہے۔ شاعری کی ایک پیچ میں تو یہ اور بھی دشوار فہم ہو جاتا ہے۔ إِذَا قضى آمِراً كا ترجمہ ”حکم جب کرتا ہے، بھی کسی طرح درست نہیں ہے۔

ادائے مفہوم سے قاصر ہے کہ دوسری مثال ملاحظہ کیجئے کہ جس میں شاعر موصوف جہاں قرآنی مفہوم کے ابلاغ میں بالکلیہ ناکام رہے ہیں وہاں زبان و بیان کی بے اعتدالیوں کے ساتھ بعض عربی الفاظ کو بعینہ لا کر شعر میں ترجمہ کرنے سے اپنی عدم قدرت کا بھی اظہار کیا ہے اور ایک کمل شعر ادائے مفہوم میں خود مکتفی بھی نہیں ہے، مثلاً: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرَزَّنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًّا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَبِرَأْجَامِنِيَّةٍ<sup>20</sup> کا منظوم ترجمہ پیش ہے:

<sup>19</sup> جalandھری، فتح محمد، مولانا، فتح الحمید (lahore: بیان کمپنی لمبیڈ، س۔ ان) ص ۸۹۔

<sup>20</sup> الاحزاب: ۳۴-۳۵

بھیجا ہم نے اے نبی دلپذیر تجھ کو شاہد اور مبشر اور نذیر اور بلانے والا سمت اللہ کی اور چراغ اک روشن اذن اُس کے سے ہی<sup>21</sup>

درج بالا اشعار میں ترجمہ نظم کرتے ہوئے ناظم نے اس بات کا خیال نہیں رکھا کہ شاہد، مبشر اور نذیر ای آخرہ ترکیب میں آؤ سلسلہ کا حال بن رہے ہیں، جس کا اردو میں ترجمہ عام طور پر ”بننا کر“ کیا جاتا ہے۔ شاعر موصوف نے حال والا ترجمہ نہیں کیا جس سے متن قرآن کے مفہوم کا درست طور پر ابلاغ نہیں ہو پایا۔ علاوه ازیں شاہد، مبشر اور نذیر کا ترجمہ انھی الفاظ کے ساتھ کرنا تھا تو ترجمہ چہ معنی دارد۔ دونوں شعروں کو اگر نظر میں تبدیل کریں تو ایک جملہ بھی نہیں بن سکا جو قاری تک اپنے مفہوم کا ابلاغ کر سکے، چہ جائے کہ ہر شعر کو اپنے بیان میں مکمل ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مفہوم کے ابلاغ میں خود مکتفی ہو، مگر یہاں دو شعر مل کر بھی اپنے بیان میں خود کفیل نہیں ہیں۔ ان دونوں اشعار میں جہاں عربیت کا ترجمہ نہیں ہوا وہاں اردو زبان و بیان کی بھی ترجمانی نہیں ہوئی۔ متن قرآن میں یاًذِنَهُ دَاعِيَاً إِلَى اللَّهِ سَمْعَ مَتَّبِعِيَاً سے متعلق ہے، مگر شاعر نے اسے سِرَاجًا مُبِيِّنًا سے متعلق کر دیا ہے جو کہ غلط ہے۔ شعر اول میں ”دَلِيْزِير“ زائد ہے، محض قافیہ آرائی کے لیے ہے۔

ترجمہ میں غلطی

فضل مترجم بعض اوقات جہاں آیات بینات کے مفہوم کے ابلاغ سے قاصر رہے ہیں وہاں آیت یا جزو آیت کی تعبیر میں بھی خطا کر بیٹھے ہیں۔ مثلاً سورہ علق کی ابتدائی تین آیات إِقْرَاْ يَا سَمِّعْ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَهُ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ إِقْرَاْ وَرَبِّكَ الْأَكْرَمُ کی منظوم ترجمانی ملاحظہ ہو:

اپنے رب کے نام سے پڑھ لے قرآن جس نے کردی ہیں یہ سب چیزیں عیاں  
لوٹھرے سے خلق انسان کو کیا پڑھ لے ، اور رب ہے ترا زیادہ بڑا<sup>22</sup>

شعر اول کا مصرع اول اُقرأً بِاسْمِ رَبِّكَ کا ترجمہ ہے۔ لفظ ”قراء“ زائد ہے، یہ متن قرآن کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ اس کے لیے تو سین کا اہتمام کرنا چاہیے تھا۔ دوسرا مصرع ”جس نے کر دی ہیں یہ سب چیزیں عیاں، الَّذِي خَلَقَ کا ترجمہ ہے جو کہ غلط ہے۔ فاضل مترجم سے یہلکی مترجم قرآن نے بھی یہ ترجمہ نہیں کیا۔ اگر اس مصرع کو زائد مان لیں کہ محض شعر پورا کرنے کے

<sup>21</sup> خادم، نظم المعانی، ص ٣٢٢-٣٢٣.

<sup>22</sup> خادم، نظم المعانی، ص ٣٨٢۔

لیے لائے ہیں تو پھر الّذی خَلَقَ کا ترجمہ ہونے سے رہ گیا ہے۔ دونوں صورتوں میں نقص صاف ظاہر ہے۔ دوسرا شعر دوسری اور تیسرا آیت کا ترجمہ ہے، مگر مصرع ثالثی خارج از وزن ہے۔ اگر مصرع کو وزن میں رکھ کر پڑھیں تو ”زادہ“ کو ”زیادہ“ پڑھنا پڑے گا۔ عروضی طور پر ”زیادہ“ فُؤولن کے وزن پر ہے اور شاعر نے بروزن فُؤلن باندھا ہے جو کہ غلط ہے۔ الکرم کا ترجمہ ”زیادہ بڑا“ بھی غلط ہے۔

### عصمتِ انیما کا لاحاظ

صاحبِ نظم المعانی نے ترجمہ قرآن نظم کرتے ہوئے عصمتِ انیما کا خوب خیال رکھا ہے۔ سورہ یوسف کی آیت نمبر ۲۳ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأَيْ بُرْهَانَ رَبِّهِ كَلِيلٌ كَلِيلٌ لِّنَضِرِ فَعَنْهُ السُّوءُ وَالْفَخْشَاءُ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلِصِينَ کا ترجمہ کرتے ہوئے بعض مترجمین قرآن نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت و عصمت اور شانِ نبوت کے منافی ترجمہ کیا ہے۔ مطیع الرحمن خادم نے اس مشکل مقام پر همیٹ بہ اور همہ بہا دنوں کا الگ الگ معنی کیا ہے اور لَوْلَا أَنْ رَّأَيْ بُرْهَانَ رَبِّهِ کے جوابِ شرط کو مخدوف مانتے ہوئے اُس کا ترجمہ تو سین میں کیا ہے۔ بعض مترجمین قرآن نے وَهَمَّ بِهَا کو جوابِ شرط مقدم مانا ہے، مگر مطیع الرحمن خادم کے ترجمہ سے جوابِ شرط کو حرف شرط سے مقدم بھی نہیں مانتا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی عزت و عظمت پر کوئی حرفاً بھی نہیں آتا۔ درج بالا آیت کی منظوم ترجمہ میں لاحظہ ہو:

اور قصد عورت نے ساتھ اُس کے کیا	گر نہ بہاں اپنے رب کی دیکھتا
قد کرتا یوسف اُس کے ربط کا	ایسے ہی اس واسطے ہے کہ بدی
اور برا کام اُس سے ہم پھیریں سمجھی	واقعی وہ کہ یوسف نبی
23 واقعی ہے ہمارے پاک بندوں میں سے ہی	

درج بالاشعار میں فاضل مترجم نے اگرچہ عصمتِ نبی کو ملحوظ رکھتے ہوئے هم کی دوالگ تعبیرات کی ہیں، مگر مفہایم قرآن کو نظم میں منتقل کرنے میں کامیاب نہیں ٹھہرے۔ قرآنی متن میں ضمیر وہ کی جتنی صراحة تھے وہ نظم میں منتقل نہیں ہو پائی، شعر اول اور ثالث خارج از وزن ہیں۔ ثالثی الذ کر میں تکرار کے ساتھ ساتھ شاعر قدرتِ اظہار میں بھی ناکام نظر آتے ہیں اور آخری شعر کے دوسرے مصرعے میں مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلِصِينَ کا ترجمہ ”پاک بندوں میں سے“ درست نہیں ہے۔

### اشعار اور مصر عوں کا اداے مفہوم میں خود کفیل نہ ہونا

نظم المعانی کے اکثر و بیشتر اشعار اداے مفہوم میں خود مکتفی نہیں ہیں، ہر مصرع ایک جملہ بھی نہیں بنتا، آدھا جملہ ایک مصرع میں ہے تو بقیہ نصف دوسرے مصرعے میں۔ آیت کا اعتبار کریں تو شعر ٹوٹتا ہے اور شعر کا لحاظ رکھیں تو شعری بند شیں آیت کی حرمت کو پال کرتی ہیں۔ یہ اس ترجمے کا بہت بڑا نقش ہے۔ اردو اور فارسی کی مشہور مثنویوں پر نظر ڈالیں تو ان کے شعر نہ صرف اداے مفہوم میں خود کفیل ہیں، بل کہ شعر کے دونوں مصرعے الگ الگ جملے بھی بنتے ہیں۔ ذیل میں انکَ لَا تَهْدِي مَنْ أَخْبَدَثُ وَلِكُنَ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهَتَّمِينَ<sup>24</sup> کا ترجمہ ملاحظہ ہو جس میں متنزکہ نقش نمایاں ہے۔

تو ہدایت کر نہیں سکتا زرا اُس کو کہ تو دوست رکھے ، پر خدا دے ہدایت جس کو چاہے ، اور وہ جانتا ہے ، ہیں ہدایت یاب جو<sup>25</sup>

اولاً آیت کو اگر جملوں میں تقسیم کریں تو اس کے تین جملے بننے ہیں: ۱۔ (اے محمد ﷺ) تم جس کو دوست رکھتے ہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے، ۲۔ بل کہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے ۳۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ شاعر ان جملوں کا مفہوم ایک ایک مصرع میں بیان کرنے سے قادر ہا ہے۔

درج بالا آیت کے ترجمے میں شعر اول کو دیکھیں تو وہ اداے مفہوم میں خود مکتفی نہیں ہے، ’پر خدا دے ہدایت جس کو چاہے، کو ایک مصرع میں ہونا چاہیے تھا، چہ جائے کہ شاعر نے اس کو دو الگ شعروں میں منقسم کر دیا ہے۔’ اور وہ جانتا ہے، ’بھی ایک مصرع میں ہونے کا مقاضی ہے نہ کہ آدھا جملہ ایک مصرع میں اور آدھا دوسرے مصرع میں۔ شاعر نے ’ذرا‘ کے لفظ میں امالیٰ تصرف کرتے ہوئے شعر کا قافیہ ’ذرا‘ باندھا ہے۔ اس کو سہوں تابت پر اس لیے محول نہیں کر سکتے کہ جہاں بھی لفظ ’ذرا‘ آیا ہے بہ جائے ذال کے ’ذرا‘ کے ساتھ ہے۔ شاید مصنف اسی کے ساتھ ہی ’ذرا‘ کا املا درست سمجھتے ہوں۔ ’ذرا‘ آیت کے کسی بھی لفظ کا مفہوم ادا نہیں کر رہا ہے، زائد ہے، محض شعری ضرورت کی غرض سے لائے ہیں۔ اس شعر کے دوسرے مصرعے میں شاعر نے ’کر‘ کو دو حرفی باندھا ہے، جب کہ اردو شعر کے نزدیک ’کر‘ کا صرف ’ک‘ وزن میں مععتبر ہوتا ہے، ’ہ‘ مکتب تو ہوتا ہے ملفوظ نہیں۔ اس مصرعے میں صرف ’ک‘ پڑھیں تو شعر وزن سے خارج ہو جاتا ہے۔ قافیہ بندی کے لیے ’وہ‘ کی ’وو‘ میں

24: التصص ۵۶:۲۸

25: خادم، نظم المعانی، ص ۳۱۹۔

تبدیلی بھی شعرائے اردو میں نادر و غریب ہے۔ آنَّهُمْ (اسم تفضیل) کا ترجمہ 'وہ جانتا ہے'، 'ناکافی ہے'۔ 'وہ خوب جانتا ہے'، 'ہوتا تو مناسب تھا۔

### آیات کی موزوں ناموزوں حصوں میں تقسیم

مطیع الرحمن خادم نے قرآنی آیات کا ترجمہ نظم کرنے کے لیے آیت کو موزوں ناموزوں حصوں میں تقسیم کر کے شعر نکالے ہیں۔ آیت کی جز بندی کرتے ہوئے شاعر نے عربیت کا لحاظ رکھا ہے نہ آیت کے منطق و مدلول کو مد نظر رکھا ہے اور نہ ہی کسی معنوی حسن کا خیال رکھا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ شاعر نے قوافی پہلے لے لیے ہیں اور پھر شعر سیدھے کرنے کے لیے آیت کے الفاظ کا درود بست الٹ دیا ہے۔ ذیل میں وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا إِنْ تَوَلَُّمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَغُ الْمُبِينُ<sup>26</sup> کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

اور خدا کی فرمانبرداری کرو اور پیغمبر کی بھی اور ڈرتے رہو  
پس اگر پھر جاؤ ، جانو بالیقین کہ پیغمبر پر ہمارے ہے نہیں  
ہاں مگر پہنچانا ظاہر آشکار واسطے تم سب کے حکم استوار<sup>27</sup>

پہلا شعروأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا کا ترجمہ ہے۔ آیت میں 'أَطِيعُوا' دو مرتبہ آیا ہے، شاعر نے ایک کا ترجمہ کر کے دوسرے 'أَطِيعُوا' کے لیے لفظ 'بھی' پر اکتفا کیا ہے۔ 'أَنَّمَا' کا ترجمہ بالیقین بھی محل نظر ہے اور اس کا تعلق 'فَاعْلَمُوا' کے ما بعد سے ہے نہ کہ 'فَاعْلَمُوا' سے۔ موجودہ صورت میں 'أَنَّمَا' کا تعلق 'فَاعْلَمُوا' سے معلوم ہو رہا ہے۔

کہ پیغمبر پر ہمارے ہے نہیں، ہاں مگر پہنچانا ظاہر آشکار، ایک جملہ ہے، شاعر نے اس کی جز بندی کرتے ہوئے اس کا آدھا حصہ ایک شعر میں رکھ دیا اور آدھا دوسرے میں۔ یوں شعر اپنے مفہوم کے ابلاغ میں خود کفیل نہ رہا۔ اردو میں نفی و اثبات کے اتنی پیچ کے بغیر ہی حصر کا مفہوم منتقل کیا جا سکتا تھا، مگر عربیت کو مد نظر رکھتے ہوئے شاعر نے اپنے کلام کو غیر سلیس بنادیا ہے۔ لفظ

<sup>26</sup> المائدہ: ۵: ۹۲<sup>27</sup> خادم، نظم المعانی، ص ۱۰۱۔

آشکار، زائد اور تحصیل حاصل ہے۔ میں کا ترجمہ کسی حد تک ”ظاہر“ سے ہو رہا ہے، آشکار، محض قافیہ بندی کے لیے ہے۔ اسی طرح آخری مصرع بھی صرف شعر پورا کرنے کے لیے لا یا گیا ہے، آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں ہے۔

### فني و معنوی اغلاط سے معمور اشعار

نظم المعانی کے اشعار کا بہ نظر غائر مطالعہ کریں تو ہر شعر کسی نہ کسی عیب اور نقص سے لبریز ہے: کہیں حشو وزائد ہیں تو کہیں مفہوم کا ابلاغ نہیں ہو رہا؛ کوئی شعر فن شاعری کے معیار پر پورا نہیں اترتا تو کہیں شعر ایسے بھی ہیں جن میں قرآنی مدلول کو درست نظم نہیں کیا گیا۔ درج ذیل آیت مع منظوم ترجمہ ملاحظہ کریں جس میں ہر شعر فنی و معنوی اعتبار سے کسی نہ کسی عیب سے داغ دار ہے۔

يَا يَهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَرَّةٍ وَّأَنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِيلَ لِتَعَارُفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْتَقْلَمْ إِنَّ  
اللَّهَ عَلَيْهِمْ خَبِيرٌ<sup>28</sup>

لوگو! ہم نے تمھیں پیدا کیا  
ایک مرد اور ایک زن سے بر ملا  
اور کیے شعبے تمہارے ہم نے  
اور قبیلے تاکہ پچانو سمجھی  
واقعی نزد خداوند علا  
ہے تمہارا مقنی تم میں بڑا  
واقعی ہے جانے والا خدا  
ہے خبردار اور آکاہ بر ملا<sup>29</sup>

پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں ’بر ملا‘ اضافی ہے، صرف قافیہ درست کرنے کے لیے ہے۔ دوسرے شعر میں دو بڑے نقص ہیں، ایک فنی اور ایک معنوی: ’نے‘ اور ’بھی‘، ہم قافیہ نہیں ہوتے۔ اس شعر میں شاعر نے ’شُعُوب‘ کا ترجمہ ’شعبے‘ کیا ہے۔ اردو میں یہ لفظ مکملوں، شاخوں اور حصوں کے لیے مستعمل ہے<sup>30</sup> شاید مترجم شُعُبة اور شُعَاب میں فرق نہیں کر سکے۔ عربی کے لفظ شُعُبة کے معانی فرق، گروہ، حصہ اور شاخ کے آتے ہیں اور اس کی جمع شُعَاب اور شُعَاعَات آتی ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے: إِنْظِلُقُوا إِلَى ظِلِّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ<sup>31</sup> اُس سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔ ”الشَّعَب“ کا معنی بڑا قبیلہ،

<sup>28</sup> الحجرات: ۳۹

<sup>29</sup> خادم، نظم المعانی، ص ۳۱۵۔

<sup>30</sup> فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات اردو، (لاہور: فیروزمنز، س۔ ان) ص ۸۳۲۔

<sup>31</sup> المرسلات: ۷

لوگوں کا ایسا گروہ جو ایک باپ کی طرف منسوب ہوا اور یہ قبیلہ سے بڑا ہوتا ہے، اس کی جمع 'شُعُوبٌ' آتی ہے<sup>32</sup>، یہی لفظ سورہ حجرات کی مذکورہ آیت میں ہے۔ شاعر نے ترجمہ نظم کرتے ہوئے شعوب کی جگہ شعب کا ترجمہ کیا ہے، جو شاعر کی عربی سے ناواقفیت پر دال ہے۔ تیرے شعر میں اِنْ أَنْجَرَ مَكْنُمٌ عِنْدَ اللَّهِ أَنْقَلْمُ کے مفہوم کا بالکل بھی ابلاغ نہیں ہو رہا ہے۔ آخری شعر میں 'بر ملا' کے ساتھ 'اور آکاہ' بھی زائد ہے، چون کہ خبیر کا مفہوم خبردار سے ادا ہو رہا ہے۔ الغرض ہر شعر کسی نصیحت و عیب سے محرور ہے۔

### خلاصہ کلام

'نظم المعانی ترجمہ کلام ربانی' قرآن مجید کا لفظی منظوم ترجمہ ہے۔ عام طور پر لفظی ترجمے روکھے پھیکے اور سلاست و روانی سے معراہوتے ہیں۔ لفظی ترجمہ اور پھر نظم میں، تو اس میں حلاوت و چاشنی اور سلاست و روانی پیدا کرنا ممکن نہیں تو ناممکن حد تک مشکل ضرور ہے۔ مطیع الرحمن خادم کو بھی یقیناً قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہو گا، کہیں تو مترجم متمن قرآن کی ترجمانی کرنے میں کام یاب ہوئے ہیں اور اکثر ویژٹر ناکام ٹھہرے ہیں۔ ترجمے کا انداز بینایہ اور سادہ سا ہے، شاعر نے استعارات و کنایات اور تشییبات سے اختناب کیا ہے۔ آیات کی جزو بندی میں مترجم سے جاہے جا لغزشیں ہوئی ہیں۔ اشعار و مصرع اپنے مفہوم کی ترسیل میں خود کفیل نہیں ہیں۔ ترجمے کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں ہے کہ شاعر موصوف عربی زبان سے بالکل نابلد ہیں، اردو میں بھی شاعر کو لفظوں کے معانی اور تلفظ کے اعتبار سے اور شعروں میں کسی لفظ کے برتنے کے حوالے سے الفاظ کے برتنے کا سلیقہ تو کجا طریقہ بھی نہیں آتا۔ اکثر شعر وزن میں ضرور ہیں مگر شعری حسن سے تھی دامن ہیں؛ اکثر اشعار مقفى ہیں اور کہیں کہیں معمری۔ یہ ترجمہ ایک بے سودہ ہنی مشق کے سوا کچھ نہیں۔



<sup>32</sup>کیرافوی، حمید الزمان قاسمی، القاموس الوجید (lahor: ادارہ اسلامیات، س-ن) ص ۸۲۶۔